قرنِ اوّل کا معاشی جائزہ

محمد صغیر حسن معصومی

ابتداء آفرینش سے نبوت و ہدایت کے علم بردار نوعِ بشر کی تعلیم و تربیت میں جدوجہد کر رہے۔ عہد بعہد کے افراد انسانی کی عقل و فہم کے مطابق احکام و ہدایات صادر ہوتے رہے زندگی کے معاملات میں ہر طرح کی رہنمائی کی جاتی رہی۔ انسانی آبادی کی توسیع کے ساتھ ا معیشت میں بھی تنوع پیدا ہوتا گیا۔ انسانی تعلیمات کی تکمیل خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ ؑ کی بعثت سے اور خدا کی طرف سے آخری نازل کردہ کتاب قرآن حکیم کی تعلیمات سے ہوئ دین و دنیا ہر دو جہان کی زندگی کے مفید و کار آمد اصول اور حدود بیان کر دیئے گئے۔

اسلام نے شرک کے قلع قمع کے بعد زندگی میں اس کے سارے بد اثرات کو مٹا دینے اٹھایا۔ مشرکین کی روزمرہ کی زندگی میں طاغوتی شر و فساد کا دخل ناگزیر تھا۔ انسانی تخیل ماتحت طاقت و شر کے آگے سر جھکانے والا انسان کبھی عدل و مساوات، اخوت و ب ایثار و قربانی، محبت و صداقت کا صحیح جذبہ نہیں رکھ سکتا۔ اور فخر و مباہات، سربلندی و ضد و خود غرضی کے آگے اخلاق فاضلہ کی طرف دھیان نہیں دے پاتا۔ اس کے آگے ہر د مثالیں موجود رہتی ہیں جن میں حق کے لئے قربانی اور جزا و سزا کا مظاہرہ برائے نام بھی ؒ پیغمبرِ اسلام نے توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی طور پر ایک خدا کے آگے سر جھکا وقتہ مظاہرہ کرنا سکھایا۔ مساوات و اخوت کی تعلیم دی۔ فخر و سربلندی، استحصال کی برائیاں بیان کرتے رہے۔ دیکھتے دیکھتے ظلم و سفاکی کے خوگر عدل و محبت کے ب کفر و اسلام کے درمیان اوّلین جنگ غزوۂ بدر کے قیدیوں کو، عربوں اور قریشیوں کے خلاف، معمولی شرائط کے ایفا کے بعد آزاد کر دیا گیا۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت سے سارے جہان میں انقلاب برپا کرنے کی بنیاد رکھی، اخلاقی فضائل کو اپنانے اور اخلاقی رذائل سے عملی زندگی میں اجتناب و پرہیز کی تلقین کی۔ صدیوں سے دلوں میں رچی ہوئی باتیں، عادات و اطوار، عقیدے اور رسم و رواج یکبارگی ناگہانی طور پر متروک نہیں ہو سکتے تھے۔ شروع شروع میں اہلِ مکہ اور عرب کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور ان کے طریقِ کار سے سخت متعجب ہوئے۔ تعجب کے ساتھ ضد اور نفرت پیدا ہوئی اور پھر عداوت و دشمنی تک کی نوبت آگئی۔ مگر پیغمبرِ اسلام کی استقامت اور ان کے فرمان بردار اصحاب کی پامردی کو دیکھ کر طاقت ور و مالدار بھی آہستہ آہستہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ فطری امر ہے کہ جو جس قدر عادات و رسوم کا پابند ہوتا ہے اس کو اپنے عادات و اطوار کے بدلنے میں اسی قدر دقت و دشواری ہوتی ہے۔ مکہ کے باشندے جو تجارت کے خوگر تھے اور خانۂ کعبہ کے محافظ، اپنے آپ کو سارے عرب کے قبائل پر فضیلت دیتے تھے۔ مذہبی تقدس کے ساتھ تہذیب و تمدن کے حامل بھی سمجھے جاتے تھے۔ ملک شام، حیرہ اور یمن کے سفر کرنے کی وجہ سے ان علاقوں میں رہائش پذیر متمدن اقوام کے عادات و اطوار اور طرزِ معاشرت سے آشنا تھے۔ قبیلہ قریش کے لوگوں نے ان ممالک کا سفر متواتر کرنے کی وجہ سے مختلف قبائل سے، جن کے علاقوں کے درمیان سے ان کا گزر ہوتا تھا، عہد و پیمان کر لیا تھا جس کی طرف سورۃ القریش میں اللہ تعالیٰ نے " ایلافِ قریش " کی اصطلاح میں اشارہ کیا ہے۔ اور چونکہ عرب کے اکثر قبائل خود کو دینِ ابراہیمی کا پیرو کہتے تھے، اس لئے ہر سال حج کے مہینے ' ذوالحجہ ' میں خانہ کعبہ کا قصد کرتے اور حج بیت اللہ کے بہانے اپنے بہت سے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ دور دور کے لوگوں سے ملتے اور مکہ کی زیارت کرتے۔ سورۂ مذکورہ میں خانہ کعبہ کی عبادت کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ کہ اس گھر کے پروردگار نے ان کو بھوک سے بچایا اور رزق عطا کیا۔ اس سورۃ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عربوں کا اوّلین قبلہ یہی خانہ کعبہ تھا۔ اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کی طرف رُخ کرتے تھے۔ اہلِ مکہ کی اقتصادی حالت کا ذکر ان دونوں آیتوں کے کلمات میں واضح ہے۔ یہ فطری امر ہے کہ ان میں بعض امیر کبیر تھے، دولت و ثروت کے مالک تھے، اور بہت سے ان کے حاشیہ بردار اور کارکن تھے، جن کی محنتوں اور خدمتوں

کی بدولت انہیں آسائش کی زندگی حاصل تھی، اور ان کے انعام و اکرام، داد و دہش سے آس پاس کی وادیوں میں رہنے والے قبائل بھی فائدہ اُٹھاتے تھے، جس کا اندازہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہو جاتا ہے، کہ شرفائے مکہ کے دوسرے بچوں کی طرح آپؐ کو بھی ابتدائی تربیت اور زبان دانی کے لئے چند سال بنی سعد میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے زیرِ نگرانی رہنا پڑا تھا۔

بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ چراتے تھے۔ آپؐ کے ہم عمر لڑکے بھی اپنے اپنے گلے لئے اِدھر سے اُدھر گھومتے پھرتے۔ یہ آپس میں مل کر طرح طرح کے کھیل بھی کھیلا کرتے۔ مگر آپؐ کو ان کے کھیلوں سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں ہوئی۔ جوانی میں آپؐ اپنے چچا ابو طالب کی معاشی مدد کو اوّلین فرائض میں داخل سمجھتے تھے۔ دوسرے نوجوانوں کی کارکردگی سے متاثر ہو کر آپ کو بھی شوق ہوا کہ تجارت شروع کریں، سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے آپؐ متفکر تھے۔ اسی عالم میں بعض دوستوں اور خیر خواہوں کے کہنے سے آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مالِ تجارت کو لے جانا منظور کیا۔ اس سفر میں آپؐ بصرہ گئے جو شام کی طرف تھا۔ یہاں آپؐ کو دوسرے تاجرانِ مکہ کی امیدوں کے خلاف زیادہ نفع حاصل ہوا۔ ایک دو سفر کے بعد آپؐ کی دیانت داری اور برکت و سعادت دیکھ کر حضرت خدیجہؓ آپؐ کی ایسی گرویدہ ہوئیں کہ عمر کے تفاوت کے باوجود آپؐ کو اوّلین ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ام المومنین کی داد و دہش، حسنِ معاشرت اور فیاضانہ سلوک سے سارے مکے والے متاثر تھے۔ ان کی تجارتی سوجھ بوجھ، کاروباری دور اندیشی، نیز حسنِ معاشرت گو بے نظیر ہے۔ مگر اس زمانے میں مکہ کی دوسری بیگمات بھی تجارتی سرگرمیوں میں مردوں کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

دوسری مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی ہے جو اپنی ماں کا نقشِ ثانی تھیں اور اپنے زیورات تک بیچ کر اپنے شوہر ابو العاصؓ کے تجارتی سرمائے میں شریک تھیں۔ ابو العاص بھی معاملے کے صاف، پکے اور دیانتدار تھے۔ اس لئے اکثر چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار ان کے شریکِ کار ہو جاتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ بدر کی اسیری رہائی پانے پر حضرت زینب کو مدینہ منورہ بھیجنے کے بعد جب ابو العاصؓ نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا، تو سب سے پہلے مکہ پہنچ کر تجارت کے منافع سمیت حصے لوگوں کے سپرد

ے، اور سب کے حسابات بے باق کرنے کے بعد عازم مدینہ ہوئے اور ایمان لانے کا

ان کیا۔

جہاں تجارت و صنعت عام پیشہ ہو، وہاں زندگی کے مختلف منازل کے خدو خال خود بخود

ضح ہو جاتے ہیں۔ سرمایہ داروں کے ساتھ ان کے معاونین اور شرکار کار، اور پھر مزدوروں

کے جتھے، کارندوں کی ٹولیاں، غرض معاشرتی زندگی کے درجہ بدرجہ طبقات کیوں کر وجود میں

نہ آئیں۔ عیش اور فارغ البالی ہو تو دوسرے لوازمات کا ہونا بھی یقینی ہے۔ آج جس طرح لوگوں

سے بیگاری جاتی ہے، اس زمانے میں بھی بے یار و مددگار لوگوں کو پکڑ کر غلام بنا لیا کرتے

تھے۔ بعض قبائل کا کام ہی یہ تھا کہ تاخت و تاراج، لوٹ مار میں اپنی زندگی گزاریں۔ دوسرے

ممالک کی طرح عربوں میں بھی غلامی کا رواج تھا۔ اسلام نے غلاموں کے آزاد کرنے کو کار ثواب بتایا۔

نذر و کفارہ کی ادائیگی کے لئے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ پیغمبرِ اسلام نے نہ صرف غلاموں کو آزاد

کیا، ان کو اپنے جیسا کھانا کپڑا دیا بلکہ ساتھ ہی غلامی کو ایک رشتہ بنا لیا۔ یہاں تک کہ غلاموں

کو وراثت کا حق بھی دیا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں آزاد کردہ غلام بڑے بڑے فاتح ہوئے۔

غلاموں کے خاندان حکمرانی سے سرفراز ہوئے۔ مصر و ہندوستان میں ان کی حکومت کے آثار آج بھی

نمایاں ہیں۔

مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد مکے کے مسلمان حیران تھے کہ اس بے سرو سامانی کے عالم

میں زندگی گزارنے کا کیا ذریعہ ہوگا۔ مدینہ میں لوگ زیادہ تر زراعت پیشہ تھے۔ ان کا معاشی

نظام مختلف تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم

کیا۔ اور بھائی بھائی بنا کر وقتی طور پر بے سرو سامان مہاجرین کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا

انتظام کر دیا۔ انصار بڑی محبت سے پیش آئے۔ اپنے اپنے گھروں کے حصے بنا کر مہاجرین کو

اختیار دیا کہ جس کو چاہیں پسند کریں۔ صرف یہی نہیں، جن کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں

انہوں نے یہ بھی کہا کہ جس بیوی کو پسند کر لیں وہ ان سے طلاق دے کر الگ ہو جائیں گے،

تاکہ ان کے مہاجر بھائی ان سے نکاح کر لیں۔ مہاجرین نے شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ

درخواست کی کہ وہ یہ سب احسان اٹھانے کو تیار نہیں۔ انہیں تو صرف بازار اور منڈی کی

جگہیں دکھا دیں، تاکہ کچھ اشیاء خرید و فروخت کر کے اپنا کاروبار سنبھالیں۔ چنانچہ ا
عرصے میں مہاجرین نے اپنی معاشی حالت درست کر لی اور اپنے اپنے گھروں میں جا بسے۔
تجارتی کاروبار کے مختلف طریقے رائج تھے۔ اسلام نے ' ابتغوا من فضل اللّٰہ ' (اا
رزق و مالِ تجارت کو حاصل کرو) سے تجارت کی ترغیب دی۔ اور اس کے اصول بیا
ا۔ معاملاتِ تجارت میں جانبین کا تعاون ضروری ہے۔ تعاونوا علی البر والتقو
علی الاثم والعدوان (مائدہ) یعنی بھلائی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی
اور گناہ اور ظلم پر ہرگز کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو۔
۲۔ معاملہ میں جانبین کی حقیقی رضا ضروری ہے۔ یہ نہ ہو کہ ایک شخص برضا و رغبت
لئے آمادہ نہیں ہے مگر اس کی مجبوری اس کی رضا کی قائم مقام بن گئی ہے۔
امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الّا ان تکونَ تجارۃً عن تراض منکم (ند
ایمان والو، تم آپس میں ایک دوسرے کے مال کو غلط اور باطل طریقے سے نہ کھ
کہ تجارت کی راہ سے باہمی رضامندی کے ساتھ معاملہ ہو۔
۳۔ معاملہ کرنے والے معاملہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔ کم عقل، بچے نہ ہوں، نہ زبر
دخل ہو۔
۴۔ معاملہ میں نہ دھوکا ہو نہ کسی قسم کی خیانت و معصیت۔
ان کے علاوہ تمام ایسے طریقے اسلام نے ممنوع قرار دیئے، جن میں
ا۔ افزدنیٔ مال اور حصولِ نفع کا ایسا معاملہ ہو، جس میں باہمی تعاون یا رضا
ہو، اور ایک جانب کا فائدہ دوسری جانب کے یقینی نقصان پر مبنی ہو،
لاٹری اور سٹہ کے تمام انواع و اقسام۔
۲۔ مالی نمو اور حصولِ نفع کا وہ معاملہ جس میں جانبین میں سے کسی ایک جا
رضا نہ پائی جاتی ہو۔ مثلاً سود (بیاج) یا کسی اجیر کو اس کی محنت کے م
غیر واجبی اُجرت۔
۳۔ ایسا کاروبار جو اسلام کی نگاہ میں معصیت ہو۔ مثلاً شراب، مُردار، منشیا

(بت)، خنزیر وغیرہ کی بیع وشرا ، یا ان اشیاء کی خرید وفروخت جو ... ہوں
اور ناپاک ہوں۔
۴۔ وہ معاملات جن میں جانبین کی طرف سے عقد ومعاملہ ہو جانے کے باوجود نزاع اور مناقشہ کی صورتیں باقی رہیں۔
۵۔ وہ معاملات جن میں دھوکا اور فریب مضمر ہو، یعنی شے مبیع کا ذکر کسی وجہ سے نہ کیا گیا ہو، اور دوسری شے کے ضمن میں لے لیا گیا ہو۔ غرض سارے ایسے کاروبار ممنوع قرار دے دیئے گئے جن میں قمار کی صورت ہو یا سود کی۔ یا جن میں تعاونِ باہمی یا جانبین کی رضا کا وجود نہ ہو اور نزاع اور مناقشہ کی مذموم سرمایہ دارانہ سسٹم کی ممد ومعاون شکلیں ہوں۔

تجارت کے علاوہ، صنعت وحرفت کی رغبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برابر دلائی۔ حضرت خالد کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انسان کے لئے کسبِ معاش کا کون سا ذریعہ بہتر ہے۔ فرمایا دست کاری (ابن ماجہ)۔ آپ نے بُننے، سینے، جوتیاں بنانے، برتن بنانے اور اسی قسم کے گھریلو سامانِ ضرورت کو خود تیار کرنے کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ عورتوں کو کاتنے کی ترغیب دی تو مردوں کو بُننے کی تلقین کی، اور اسی طرح دست کاری سے روزی کمانے کو دنیوی فلاح بھی بتایا اور اُخروی شادکامی کی بشارتوں سے بھی نوازا۔

اسلام نے تجارت اور صنعت وحرفت کی ترقی کے ذرائع کو وسیع کیا۔ اور خلافت راشدہ نیز عمر بن عبدالعزیز کے دورِ حکومت میں عرب سے باہر ایران، شام، عراق، مصر اور روم میں تجارتی منڈیاں قائم کی گئیں۔ اسلام نے تجارت کے محصولات کے بارے میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے، اور درآمد وبرآمد پر اس قسم کی پابندیاں نہیں عائد کیں جو اس مہذب دَور کی حکومتوں نے استحصال بالجبر کے لئے روا رکھی ہیں۔ اسلام کا فیصلہ ہے کہ تجارت معاشی ذرائع میں سے ایک بہترین ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس کو اپنے اور پرائے کا فرق کئے بغیر ٹیکسوں اور محاصل سے معاف رکھا جائے، تاکہ خدا کی کائنات کے مختلف حصوں کی مخصوص اشیاء دوسرے حصوں میں آسانی کے ساتھ فراہم کی جاسکیں اور اس طرح ساری کائنات ایک برادری اور ایک

کنبہ بن جائے۔

حضرت فاروقِ اعظم کے زمانہ میں جب عراق اور شام کے گورنروں نے یہ اطلاع دی کہ
اور یہود کے ممالک میں جب مسلمان تاجر جاتے ہیں تو ان سے مالِ تجارت پر محصول لیا
اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے یہ حکم دیا کہ جس حساب سے وہ ہمارے تاجروں سے محصو
ہیں جب ہمارے ملکوں میں وہ مالِ تجارت لے کر آئیں تو اسی حساب سے ان سے بھی محصو
جائے اور اس کا اصطلاحی نام عشور رکھا گیا۔

حضرت عمر کا یہ فیصلہ تھا کہ " ایک تاجر سے سال میں صرف ایک ہی مرتبہ محصول لیا
خواہ وہ سال کے اندر متعدد بار مال درآمد و برآمد کرے۔ نیز پھلوں پر محصول معاف تھا

تجارتی کاروبار اور ہر طرح کے لین دین میں سکّہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آج کل کاغ
کا قائم مقام ہے۔ کسی ملک کی اقتصادی ساکھ جبھی قائم رہ سکتی ہے کہ اس کے دارالضر
دھات جو سکّہ کا معیار قرار دی گئی ہے اتنی مقدار میں موجود ہو جس مقدار میں اس کے
جاری کئے گئے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں دارالضرب موجود تھا اور اس میں سکّ
جاتے تھے۔ سونے چاندی کے مختلف قسم کے سکّے رائج تھے، جو درہم و دینار کے نام سے
تھے۔ سکّہ عوام کی کاروباری زندگی کی سہولت کا ایک ذریعہ تھا اور دارالضرب نفعِ ع
ادارہ تھا نہ کہ حکومت کا مخصوص شعبۂ آمدنی۔

اسلام کے اقتصادی نظام میں شرح مبادلہ "امام" اور اس کی "مجلسِ شوریٰ" کی
موقوف ہے۔ وہ عام اقتصادی ترقی کے لئے جو صورت بھی مفید سمجھیں، اختیار کریں۔

محصولات یعنی کسٹم ڈیوٹی وغیرہ میں اسلام سختی کا قائل نہیں ہے اور خلافتِ را
تجارت کو وسعت دینے کے لئے، کسی شرط و قید کے بغیر تجارت کی حمایت جاری رہی ا
بدعنوانیوں کی دونوں بنیادی شکلوں (۱) احتکار (۲) اکتناز، یعنی ذخیرہ اندوزی
کو حرام و ممنوع قرار دیا گیا۔

احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص غلّہ وغیرہ کو بہت بڑی مقدار میں اس لئے خر
بازار گراں ہو جائے، مہاجنوں کا وہ گروہ جو کاشت کاروں کو قرض کے نام سے سو

ان کی کمائی کو "غلہ" کی شکل میں وصول کرنا ہے اور ان سے اونی نرخ پر خرید کر سیون
ر رکھتا ہے، احتکار کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ احتکار میں سود، قمار یعنی جوئے اور سٹہ بازی،
ں اور ریس (گھوڑ دوڑ) جیسے معاملات شامل ہیں جو بااصول تجارت کے لئے تباہ کن اور
ت کے لئے تباہی کا پیش خیمہ ہیں۔ احتکار کی یہ شکلیں جب عام کاروبار پر مسلط ہو جاتی
تو اکتناز، زر اندوزی کی مذموم شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

آج کل بنک اور کوآپریٹو سوسائٹیاں، جو نہایت مفید و کارآمد سمجھی جاتی ہیں، سودی کاروبار
وجہ سے عوام اور غربا کے لئے، نہایت مضر اور تباہ کن اور سرمایہ داروں کے لئے مفید اور
اوری ہیں، اس لئے کہ وہ خوب صورت طریقوں سے، دولت کو دولت مندوں میں محدود
تی ہیں۔ تہذیبِ نو کا یہ تجارتی جال، دراصل دورِ قدیم کی مہاجنی منڈیوں کے بیوپار کی
ہایت حسین اور دلفریب صورت ہے۔

امداد باہمی، اجتماعی زندگی کا اہم فریضہ ہے۔ اس کے بعض طریقے مثلاً تجارتی شعبہ میں
مضاربت، معاوضہ وغیرہ اور زراعتی شعبہ میں مزارعت، معاملہ وغیرہ نہایت مفید ہیں۔ امداد باہمی
کی پبلک انجمنوں اور سوسائٹیوں کے علاوہ اگر حکومت مفاد عامہ کی خاطر کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنا
چاہے تو سود کی لعنت سے بچتے ہوئے، عام مفاد کے لئے ایک ایسا ٹیکس لگا سکتی ہے، جس کا اثر
صرف سرمایہ داروں کے عیش و تنعم کی اشیاء پر پڑتا ہو۔ یا اسی قسم کی اشیاء کی درآمد و برآمد پر
ایسا ٹیکس لگایا جائے جو اس قسم کی سوسائٹیوں کے چلانے اور ترقی دینے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

اسلام نے انفاق کا حکم دیا ہے لیکن اسراف و تبذیر سے روکا ہے۔ ساتھ ہی زکوٰۃ و صدقات
کا مصرف بیان کر دیا ہے تاکہ بیت المال کے مصارف صحیح طور سے عمل میں لائے جائیں۔ خلافتِ
راشدہ میں مسلمانوں کا ہمیشہ ان احکام پر عمل رہا۔ بیت المال کے چار شعبے تھے۔ مالِ غنیمت کنز،
رکاز، خمس اور صدقات ایک شعبے میں، زکوٰۃ، عشر اور مسلمان تاجروں سے وصول شدہ عشور
دوسرے شعبے میں، خراج، جزیہ، غیر مسلم تجار سے وصول کردہ عشور، فئے، زمین کا محصول، تیسرے
شعبے میں۔ اور اموالِ فاضلہ یعنی لاوارث کا مال یا ترکہ وغیرہ چوتھے شعبے میں محفوظ رکھے جاتے تھے۔
بیت المال کے محاصل کا تعلق جس طرح قلمرو اسلامی کے مسلمانوں کی ضروریات و حاجات سے وابستہ

تھا۔ اسی طرح غیر مسلم (ذمی) کی حاجات و ضروریات سے بھی متعلق رہا۔ چنانچہ فاروقِ اعظمؓ نے
اور مساکین میں غیر مسلموں (ذمیوں) کو بھی شامل کیا ہے۔

بیت المال کے محاصل کو اہلِ مصرف پر خرچ کرنے کے لحاظ سے "اولی الامر" کے اخذ
اس طرح منقسم ہیں کہ زکوٰۃ اور عشر جیسے محاصل کے لئے وہ صرف محافظ ہیں اور مخصوص اہلِ م
ہی پر خرچ کر سکتے ہیں اور فئے و خراج جیسے محاصل میں وہ اپنی رائے اور مجلسِ شوریٰ کے مشور
خلافت کی مصلحتوں اور مستحقین کی حاجتوں پر خرچ کر سکتے ہیں۔

ایامِ خلافت میں مجاہدین و عمال کے وظائف مقرر کر دیئے گئے تھے، حضرت عمرؓ اور حضر
نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں، مسائلِ دین کی تعلیم اور تبلیغِ اسلام کی خدمات کے لئے بھی وظائف
فرمائے اور مبلغین و معلمین نیز ائمہ اور طلباء کے لئے عطایا اور وظائف مقرر تھے۔ فقراء، مساکین
دوسرے اہلِ حاجات کے بارے میں عہدِ خلافت نے بغیر کسی تفریق کے، وظائف معاشی کا سلسلہ
ہے اور کسی ایک ذمی کو بھی محروم المعیشت رکھنا جائز نہیں سمجھا۔

حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر سا
گئے جو کچھ موجود تھا اس کو دیا اور بیت المال کے خزانچی کے پاس فرمان بھیجا کہ یہ اور
کے دوسرے حاجت مندوں کا پتا چلائیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ایسے تمام لوگوں
صرف جزیہ معاف کر دیا بلکہ ان کا وظیفہ بھی بیت المال سے مقرر کر دیا۔

اسلام کے معاشی نظریئے عملی اور تجرباتی زندگی میں تمام معاشی نظریات سے زیادہ
کامیاب ثابت ہوئے۔ لیکن مسلم حکمرانوں نے اپنی ذاتی حکمرانی کے لالچ میں اس بہترین نظ
خود اپنے ہاتھوں برباد کر ڈالا۔ کیونکہ وہ یہ برداشت نہ کر سکے کہ خلافت فقط نیابت قان
ہو اور وہ ذاتی حکمرانی اور شخصی صولت و حکومت نہ بنے۔ اسلام کے نظامِ حکومت میں خلیہ
شخصیت نمایاں ہے، مگر ذاتی اور پارٹی کے اقتدار کی خاطر نہیں بلکہ قلمروِ خلافت کے ہ
خدمت کے لئے۔ بلاشبہ اس میں جمہوریت کا عنصر روشن ہے لیکن جمہور کے حقوق کی حف
کے لئے، نہ کہ وضع قوانین و طرزِ حکومت میں مخالف و موافق جماعت قائم کرنے اور ا

یکسانیت اور افرادِ امت کی خدمت اصل بنیاد و اساس ہے۔ وہ ایک ایسا اجتماعی نظام ہے
س میں خلیفہ راہِ حق کا رہنما بھی ہے اور خلق کا خادم بھی۔ غرض ـــــ:

" اسلام کے نظامِ حکومت میں نہ مذموم سرمایہ داری کا گزر ہو سکتا ہے اور نہ طبقاتی جنگ کا امکان ہے۔ اس کا معاشی نظام نہ افراد کے انفرادی حقوق کو سلب کر کے تعطل و جمود پیدا کرتا ہے اور نہ افراد کو جماعتی زندگی سے کاٹ کر بالکل آزاد چھوڑتا ہے۔ بلاشبہ اسلام کا معاشی نظام نفع اندوزی کی بنیادوں پر نہیں، بلکہ انسانوں کی حاجت روائی کی اساس پر قائم ہے۔ اس کی معیشت کا دسترخوان فاتح و مفتوح، آزاد و غلام، اسود و احمر اور مسلم و کافر سب کے لئے وسیع ہے۔ وہ زیر دستوں پر اربابِ قوت کو مسلط نہیں ہونے دیتا اور اربابِ دولت کو حصولِ دولت میں اس طرح آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ غریبوں کو اپنا آلۂ کار بنالیں۔ وہ سب کو بخشتا ہے اور کسی کو محروم نہیں کرتا۔ وہ مزدور و کاشت کار ہی نہیں بلکہ ہر زیر دست کو بلند کرتا ہے اور جماعت کے افراد کے درمیان اخوتِ عامہ اور عالمگیر مواسات کا رشتہ قائم کرتا ہے۔"